AL-AASAR Journal
Quarterly *Research* *Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مظہر الاسلام کے افسانوں میں فرد کی گم شدگی
(گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی کے تناظر میں)

ڈاکٹر فریدہ عثمان

لیکچرار اردو، محکمہ اعلی تعلیم خیبر پختونخوا

ڈاکٹر روح الامین

لیکچرار، شعبہ اردو، جامعہ اسلامیہ پشاور

ڈاکٹر محمد عثمان

لیکچرار، شعبہ اردو، جامعہ اسلامیہ پشاور

Abstract

The short story collection " گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی"by Mazharul Islam is a profound literary exploration of the existential disappearance of the individual in contemporary society. Rooted in the modern Urdu short story tradition, the collection captures the psychological turmoil, emotional isolation, and symbolic fragmentation of the human self. Where classical Urdu fiction emphasized social realism and collective concerns, modern storytelling turns inward, portraying the internal dissonance of characters who grapple with meaning, memory, and identity in a disoriented world. In His stories, characters are not simply lost, they are aware of their own vanishing, often trapped in abstract spaces between reality and illusion. Through stories He constructs a subtle yet haunting narrative of individuals detached from time, relationships, and even their own voices. The abstract tone, dreamlike imagery, and symbolic intensity of the collection foreground the alienation of the modern self-making these stories not just portrayals of solitude, but elegies for a generation struggling to remain visible in an increasingly opaque world.

Keywords: *existential disappearance, modern short story, inward, reality and illusion, symbolic intensity.*

اردو افسانہ روایت میں ایک مضبوط بیانیہ اور خارجی حقیقت کی عکاسی کا ذریعہ رہا ہے۔ بدلتے وقت کے ساتھ جب دنیا تیز رفتار، مشینی زندگی کی عادی ہوگئی تو افسانہ کا روایتی بیانیہ ٹوٹنے لگا، کردار خارجی حقیقت کے مقابلے میں داخلی کیفیات اور نفسیاتی پیچیدگیوں کو پیش کرنے لگے۔ جدید افسانے میں فرد محض ایک سماجی اکائی نہیں بلکہ تنہا، اور داخلی سطح پر منتشر ہے۔ وہ گم ہے، اور خود اپنی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اپنے وقت اور جگہ سے کٹا ہوا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ گمشدگی سماجی بیگانگی نہیں بلکہ وجودی کرب ہے۔ مظہر الاسلام کے افسانوی

مجموعے "گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی" کہانیوں کا نہیں بلکہ ایک نسل کی گمشدگی کا نوحہ ہے۔ کردار کسی نہ کسی طرح خود سے، اپنے ماضی سے، یا اپنے ارد گرد کی دنیا سے بیگانہ ہے۔ ان کے نام، آواز شخصیت اور وقت گم شدہ ہے وہ بولتے ہیں، مگر ان کی آواز کوئی نہیں سنتا۔

مظہر الاسلام جدید افسانے کی علامتی روایت کو نہ صرف اپناتے ہیں، بلکہ اسے ایک ایسا جمالیاتی، فکری اور تخلیقی پیکر عطا کرتے ہیں جس میں فرد کی گمشدگی، اضطراب اور خاموشی ایک مکمل فن پارہ بن جاتی ہے

"مظہر کی شخصیت اور فن کے بھی دو دروازے ہیں ایک باہر کی طرف کھلتا ہے۔ جس سے جھانک کر میں نے مظہر کی سیاسی شعور اجتماعی احساس اور قومی وابستگی کے منظر دیکھنے۔ کی کوشش کی ہے اور دوسرا اندر کی طرف کھلتا ہے اور صوفیانہ طرز احساس کے سرسر شاداب زمینوں کی سیر کی دعوت دیتا ہے اس جہاں تازہ کی سیر کی تمنا دل میں ہے۔"1

ادب میں فرد اور زندگی ہمیشہ سے ایک بنیادی موضوع رہا ہے۔ فرد کا داخلی کرب، اس کی تنہائی، اس کی گمشدگی اور اس کا مسلسل اپنی شناخت کی تلاش میں سرگرداں رہنا، وہ عناصر ہیں جو ہر دور کے سنجیدہ ادب کا حصہ رہے ہیں۔ مظہر الاسلام اسی روایت میں ایک منفرد اور حساس تخلیق کار کے طور پر ابھرتے ہیں، جن کے ہاں فرد محض ایک کردار نہیں بلکہ ایک گمشدہ تہذیب ہے۔ ان کے افسانے زندگی کے اس پہلو کو اجاگر کرتے ہیں جہاں انسان ظاہری ہجوم میں ہوتے ہوئے بھی تنہا ہے، جہاں وہ اپنی ہی زندگی کے کسی گوشے میں گم ہو چکا ہے۔ ان کے افسانوں میں فرد کا یہ داخلی بحران اور نفسیاتی بھٹکاؤ محض دکھایا نہیں جاتا، بلکہ قاری کو اس میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ مظہر الاسلام کے کردار نہ مکمل زندہ ہیں، نہ مکمل مردہ، بلکہ وہ اس درمیانی کیفیت میں ہیں جہاں شناخت، رشتہ، وقت، اور جگہ سب کچھ دھندلا جاتا ہے۔ ان کے ہاں کہانی ایک خارجی واقعہ نہیں بلکہ داخلی تجربہ ہے۔ وہ فرد کے ذہن میں چلتے خیالات، اس کی الجھنوں، وسوسوں، اور خاموش خواہشات کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ قاری کو اپنا ہی عکس نظر آنے لگتا ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو مظہر الاسلام کو جدید اردو افسانے میں ایک الگ شناخت دیتا ہے — جہاں کہانی قاری کے ساتھ ساتھ خود کو بھی دریافت کرتی ہے۔

ان کے کردار زندگی کی ہمہ گیریت اور مادیت پرستی سے بھاگ جانا چاہتے ہیں وہ کلرکوں، ڈاکٹروں، انجینئرز کے کرداروں کے گرد کہانی تخلیق نہیں کرتے بلکہ ان کو ایک واقعی میں تخلیق کرتے ہیں گم شدگی کا نوحہ ہر دور میں انسان کا بڑا المیہ رہا ہے تاہم کہانی کی سطح پر اس کی تخلیق بہت مشاہدہ چاہتی ہے ان کا افسانوی مجموعہ "گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی" تخلیقی کرب کی نمائندگی ہے جس میں فرد محض سماج کا نہیں بلکہ اپنے وجود کی تلاش میں ہے۔ مجموعے میں شامل تیس کہانیاں کسی مقصدی بیانیہ کو نہیں بلکہ ایک داخلی سفر کو جنم دیتی ہیں جس میں ہر کردار ایک انوکھے کرب سے گزر رہا ہے۔ کہانی کے حوالے سے وہ خود لکھتے ہیں:

"کہانی پیار کی بات ہے
کہانی دکھ کی رات ہے.......
کہانی سیاہ دور کی چیخ ہے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کہانی خواہشوں کے گلاب موسموں کا خواب ہے

کہانی پھٹا ہوا آدمی ہے۔"2

ہم کہہ سکتے ہیں کہ "اکیلا آدمی" محض ایک فرد نہیں، بلکہ ایک تنہا عہد کی نمائندگی ہے۔ جس میں انسان بظاہر سب کے درمیان ہوتے ہوئے بھی اکیلا ہے۔ افسانوں میں جدائی، انتظار اور تنہائی صرف جذبات نہیں، بلکہ ایک وجودی تجربہ ہیں۔

مظہر الاسلام کے کردار اپنی گمشدگی کو صرف محسوس نہیں کرتے، بلکہ اس میں اپنے وجود کو ڈھونڈتے ہیں۔ "۔ گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی" ایک ایسے ادب کا نمائندہ ہے جو قاری کو محض متاثر نہیں کرتا، بلکہ جھنجھوڑ دیتا ہے۔ افسانہ "متروک آدمی" محض ایک سفر کی کہانی نہیں بلکہ ایک ایسے فرد کا نفسیاتی خاکہ ہے جو سماج کے شور میں اپنی آواز کھو چکا ہے۔ وہ ویگن میں بیٹھا ہے، مگر دراصل ایک داخلی خوف، احساسِ عدم تحفظ اور کسی نادیدہ ذمہ داری کے بوجھ تلے دب رہا ہے۔ افسانے میں چھت پر رکھی گٹھڑی ایک عام چیز نہیں، بلکہ اس کے خوف، حساسیت اور اس کی انسان دوستی کی علامت ہے۔ وہ بار بار ڈرائیور کو گٹھڑی گرنے کے امکان سے خبردار کرتا ہے، گویا وہ اُن اندیشوں کی نمائندگی کر رہا ہے جنہیں باقی لوگ نظر انداز کر چکے ہیں۔ دراصل متروک آدمی صرف علامت نہیں، وہ ایک ایسا شخص ہے جو دوسروں کے نقصان پر پریشان ہوتا ہے۔ اس کا دکھ، مادہ پرست معاشرے میں ایک نایاب جذبہ ہے۔ وہ صرف سفر میں نہیں بلکہ پورے سماج میں غیر متعلق کر دیا گیا ہے۔ اسے گاڑی سے اتار دیا جانا محض افسانوی واقعہ نہیں، بلکہ ہمارے اجتماعی رویے کا استعارہ ہے، وہ سماج جو ایسے حساس افراد کو برداشت نہیں کرتا، جو ظاہر کے پیچھے جھانکنے کی ہمت رکھتے ہیں۔

"اب وہ گم سم کھڑا تھا۔ اس کی اسے تو ار بھی نہیں تھی جو اس پر ایک لمحے میں بیت گئی
تھی سرخ بتیاں جلیں، بجھیں، پھر ہیلی بری جلتے ہیں ویگن چل پڑی ۔۔۔۔۔ گٹھڑی
چھت پر تھی اور وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا پتہ نہیں گٹھڑی راستے میں ہی گر جائے
گی یا وہ اسے ساتھ لے جائے گا"3

متروک آدمی معاشرتی سوچ میں احساس ذمہ داری کی گمشدگی کا استعارہ ہے۔ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی حساسیت سماج میں ناپید ہے، یا جس سے موجود سماج ناآشنا ہے وہ اس احساس کی وجہ سے متروک کر دیا جاتا ہے۔ افسانہ نگار نے کہانی میں فرد اور معاشرے کے درمیان موجود حساسیت کی گم شدگی اور اس کے خلیج کو بیان کیا ہے۔

افسانہ "ریت کنارہ" گم شدگی کا نفسیاتی تجربہ بیان کرتا ہے۔ یہ کہانی اس گمشدہ فرد کی ہے جو روزمرہ معمولات اور خدشات کے بیچ کہیں اپنے آپ کو کھو چکا ہے۔

"لیکن میں اس خوف سے اس پر قدم نہیں رکھتا کہ مجھے ریت کا یہ ڈھیر پار کرتے
کرتے کئی سال لگ جائیں گے اور جب میں گھر پہنچوں گا تو بڑھاپا میرے اندر گھر بنا چکا
ہو گا۔"4

کہانی کا مرکزی کردار صبح جب گھر سے نکلا تھا، تو ریت کا ڈھیر موجود نہ تھا۔ لیکن شام کو واپسی پر وہ معمولی سی رکاوٹ ایک نفسیاتی دیوار بن چکی ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی ماں گھر میں انتظار کر رہی ہے بیوی اور بچے منتظر ہیں، دوسری جانب یہ داخلی رکاوٹ ہے اور یہ موجود دور کے ہر اس فرد کے سامنے ہیں جو خود کو معمول کی زندگی میں پوری طرح جذب نہیں کر پاتا۔ اس کا ریت کے ڈھیر پر قدم رکھنا، ایک وجودی جست بن جاتا ہے وہ ریت ختم ہونے کے بجائے پھیلتی جاتی ہے، اسے اپنے اندر کھینچ لیتی ہے۔ وہ اچانک ایک عورت کے ساتھ ایک تصوراتی، خواب ناک دنیا میں داخل ہو جاتا ہے ایک دنیا جو خوبصورت بھی ہے اور بیزار کن بھی۔ جہاں قیمتی پرندے بکے ہوئے ہیں، یعنی جمالیات اور آزادی بھی منڈی میں کھڑی ہے، اور انسان کے ارد گرد ہر شے تجارتی یا شکار کی نظروں سے دیکھی جا رہی ہے۔ یہ لڑکی، جو شاید اس کی داخلی حسیت یا یادداشت کی علامت ہے، آخر کار اسے اس مقام تک لے آتی ہے جہاں ریت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن ریت ختم ہونا دراصل کوئی فتح نہیں، بلکہ ایک نئی حقیقت کی دریافت ہے وہ خود اب ریت بن چکا ہے، وہ داخلی ام شدگی کے مرحلے میں شامل ہو گیا ہے چینی، افسانے کا آخری منظر جہاں وہ خود کو ریت کا ایک عام ڈھیر محسوس کرتا ہے، ان گنت دوسرے ڈھیروں کی طرح جو افق تک پھیلے ہیں۔

"مگر وہ تو خود ریت کا ڈھیر بن چکی تھی عام چھوٹے بڑے ڈھیروں کی طرح ------ جو
آسمان کے اس کنارے تک پھیلے ہوئے تھے اور ریت کی روح کے سانسوں کی آواز
میرے گرد منڈلا رہی تھی۔" 5

یہ گمشدگی ہماری جدید زندگی کا وہ عکس ہے جو بظاہر معمولی رکاوٹوں کے پیچھے ایک پوری داخلی شکست لیے ہوئے ہے۔

افسانہ "سانپ گھر" گہرے علامتی اور نفسیاتی کرب کی تصویر ہے، جہاں "سانپ" محض جانور نہیں بلکہ انسانی زندگی میں سرایت کرتے خوف، تھکن، اور عدم قبولیت کی علامت ہے۔ یہ کہانی اس فرد کی ہے جس کے گرد دنیا چل رہی ہے، نظام قائم ہے، دفاتر کھلے ہیں، مگر اس کی اندرونی دنیا میں ایک ایسا زہر پھیل رہا ہے جس کو نہ کوئی دیکھتا ہے، نہ سمجھتا ہے، نہ مانتا ہے

"اسے یوں لگا جیسے دفتر میں سانپ ہی سانپ رینگ رہے ہو" 6

افسانہ سماج پر طنز ہے جو انفرادی تکلیفوں کو اجتماعی شعور کا حصہ نہیں بناتا۔ فرد اپنی اذیت کا ذکر کرتا ہے تو معاشرہ اس کی بات کو سُننے کے بجائے اس پر ہنستا ہے۔ "پنکار" مانگنے کا واقعہ جہاں وہ "چائے" کے بجائے "پنکار" کہہ دیتا ہے اس کے ذہنی بوجھ کا اظہار ہے۔ یہ زبان کی لغزش نہیں، بلکہ حقیقت اور خوف کے ادغام کی علامت ہے۔ وہ اتنا سانپ میں ڈوبا ہوا ہے کہ اس کی لغت، اس کا ردِ عمل، سب کچھ اسی زہر سے لبریز ہو چکا ہے۔ کہانی میں ہر فرد اپنے ہی سانپ کا اسیر ہے، سماج گمشدگی کے زہر میں الجھا ہوا ہے۔

افسانہ "مٹھی بھر انتظار" میں شناخت کی گمشدگی تحلیل ہے۔ دو مرد ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں، ایک عورت کے انتظار میں ہیں۔ یہ عورت دونوں کی زندگی میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے، یا شاید محض واہمہ ہیں ان کی گفتگو ایک معمولی واقفیت سے شروع ہو کر اس مقام تک پہنچتی ہے جہاں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ تم تو آج ملے ہو، لیکن تمہاری جیسا کوئی پہلے بھی میرے ساتھ سفر کر چکا ہے

"ہم دونوں ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ کر جدا ہو گئے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ہم دونوں
نے ایک ساتھ ٹکٹ گھر سے ٹکٹ خریدا اور پھر ویٹنگ روم میں آمنے سامنے بیٹھے ایک
دوسرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے۔" 7

انسانی شناخت کا مسئلہ جو شعور کے کسی کونے میں پناہ گزین ہوتا ہے صرف جسمانی جدائی کی نمائندہ نہیں، یہ منظر اس بات کا غماز ہے کہ فرد اپنی چاہتوں، امیدوں اور یادوں کو حقیقت کا روپ دینے میں ناکام ہو رہا ہے۔ اس کی ذات تقسیم ہو چکی ہے، اور وہ اپنی ہی بے یقینی میں دوبارہ ویٹنگ روم کی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے پھر اسی انتظار کے ساتھ۔ مظہر الاسلام یہاں صرف ایک رومانی المیہ نہیں بیان کر رہے، بلکہ وہ ایک ایسے وجود کا نوحہ لکھ رہے ہیں جو اپنی تلاش میں خود کو کئی حصوں میں بانٹ چکا ہے، اور جس کی اصل گمشدگی اس کی مکمل شناخت کا مٹ جانا ہے۔ یہ افسانہ ہمیں بتاتا ہے کہ جدید انسان صرف دوسروں کو نہیں، خود کو بھی روز کھوتا ہے اور یہی وہ مٹھی بھر انتظار ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

افسانہ "مردے کی بو" ایک، منتشر انسانی گم شدگی کی تصویر ہے، جس میں کردار اپنے آس پاس کی دنیا سے الگ، ایک ایسی گمشدگی میں گھرا ہوا ہے جس کا کوئی سرا، کوئی مرکز، کوئی وضاحت نہیں۔ یہ افسانہ اس گمشدگی کی کہانی ہے جو صرف کسی فرد کی عدم موجودگی کا غم نہیں، بلکہ ایک وجودی بوجھ، ایک بے نام خلش، اور زندگی کے بے مقصد دہراؤ میں پھنسی ایک روح کی چیخ ہے۔ افسانے کی فضا خواب اور حقیقت کے درمیان کسی معلق مقام پر جنم لیتی ہے۔ وہ عورت جسے وہ "دیکھتا" ہے، نہ مکمل دیکھی جا سکتی ہے، نہ پہچانی جاتی ہے وہ اس کے لیے ایک ایسی تمنا کی شکل اختیار کر لیتی ہے جو کسی حقیقت میں پوری نہیں ہوتی۔

"میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی ایسا بھی ملے جس سے میں بات کر سکوں" 8

وہ جانتا ہے کہ اس کی بات کو کوئی نہیں سمجھے گا، اور یہی احساس اسے لوگوں کی موجودگی میں بھی مکمل تنہا بنا دیتا ہے۔ وہ ہسپتال میں لوگوں سے اس عورت کے بارے میں پوچھتا ہے مگر خود نہیں جانتا کہ وہ کون تھی گویا وہ کسی شخص کی تلاش میں نہیں، بلکہ کسی کیفیت، کسی جذباتی مرکز، یا خود اپنے کھوئے ہوئے حصے کے پیچھے سرگرداں ہے

افسانہ میں جب سب چیزیں دھندلا جاتی ہیں، یا بغیر کسی انجام کے ختم ہو جاتی ہیں تو فرد کے اندر "مردے کی بو" بسنے لگتی ہے۔

"وارڈ بوائے سفید کپڑے سے ڈھکی ہوئی ٹرے لئے میرے سامنے صحیح گزر جاتا ہے میں
گریبان پر ہاتھ رکھ کر زور سے چیختا ہوں کمینے تم جھوٹ بولتے ہو وہ آئی تھی۔۔۔ آئی
تھی۔۔۔ آئی تھی سامنے سڑک ہے اور ادھر میں ہوں اور اس فاصلے میں وہی بو پھیلی
ہوئی ہے جو مردہ گھروں سے تعلق رکھتی ہیں" 9

مظہر الاسلام کا افسانہ ""بلائنڈ پرزم"" جدید عہد کے اس فرد کا بے رحم اور تکلیف دہ پورٹریٹ ہے جو کسی دفتر کی میز پر بیٹھا، روزمرہ کی مشین میں پیسا جا رہا ہے اور اس پینے کا شور باہر سنائی نہیں دیتا، بس اندر گونجتا ہے۔ یہ افسانہ فرد کی شناخت، یادداشت، جسمانی اور ذہنی زوال، اور سب سے بڑھ کر ادارہ جاتی جبر کے درمیان ایک غیر مرئی لیکن نہایت شدید تصادم کی روداد ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار ایک

اسسٹنٹ کلرک ہے جو پانچ سال تک دفتر میں "عارضی" طور پر کام کرتا ہے مگر یہی عارضی پن اس کے ذہن میں ایک مستقل زہر بن جاتا ہے۔ وقت کی طوالت، غیر یقینی فضا، اور مسلسل تاخیر ایک ایسے "داخلی اندھیرے" کو جنم دیتی ہے جو صرف اس کے ارد گرد نہیں، بلکہ خود اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ خود کہتا ہے، "اندھی تو میرے اندر چل رہی ہے۔" یہ اندھیرا اس کی پہچان کو، سوچ کو، اور یہاں تک کہ اس کی جسمانی حقیقت کو بھی ڈھانپ لیتا ہے۔ ڈاکٹر، افسر، چپڑاسی، گلدان، کاغذات، سبھی کردار اور اشیا یہاں علامتیں بن جاتی ہیں کوئی بھی چیز صرف وہی نہیں ہے جو بظاہر نظر آ رہی ہے۔ دفتر کا سسٹم ایک ایسا سانپ ہے جو مسکرا کر تعریف کرتا ہے لیکن اندر ہی اندر زہر پھیلا رہا ہوتا ہے۔ اس کے کمرے میں ہونے والے معمولی واقعات جیسے گلدان کو جگہ پر رکھنا، کھڑکی کھولنا، کاغذات کا بکھرنا در حقیقت اس کے ذہنی اور نفسیاتی انتشار کے مظاہر ہیں۔ بلائنڈ پرزم" دراصل اس دنیا کا منظر ہے جس میں روشنی صرف تصور میں ہے، حقیقت میں سب کچھ مدھم، مسخ، اور بوجھل ہو چکا ہے۔ یہ ایک بند کھڑکی کے پیچھے گونجتی چیخ ہے، ایک کیلنڈر پر لکھی تاریخ ہے جو کبھی نہیں بدلتی، اور ایک کرسی ہے جس پر بیٹھ کر انسان جیتے جی مر جاتا ہے۔ یہ کہانی موجودہ دور کے ہر اس فرد کی گم شدگی ہے جو "بلائنڈ پرزم" میں قید ہے جہاں دن، تاریخ، دفتر، جسم، اور نام سب ویسے کے ویسے ہیں، مگر اندر کا فرد آہستہ آہستہ تحلیل ہو چکا ہے۔

مظہر الاسلام کا افسانہ "گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی" اس مجموعے کا نہ صرف عنوانی افسانہ ہے بلکہ پورے مجموعے کی فکری اور علامتی روح کو سمیٹنے والا ایک انتہائی گہرا، تہہ دار اور پُر اثر بیان ہے۔ اس افسانے میں گھوڑا ایک ایسا علامت بن کر ابھرتا ہے جو محض حیوانی وجود نہیں، بلکہ تاریخ، طاقت، خوف، تشویش، اور اس گمشدہ فرد کی مجسم صورت ہے جس کی نہ آواز سنی جاتی ہے اور نہ شناخت کی جاتی ہے۔ یہ کہانی اصل میں مصنف کے خیالات کو پیش کرتی ہے انہوں نے جس طرح شہر کو دیکھا پایا، اس کو اسی طریقے سے تصوراتی انداز میں بیان کیا۔

"میری ننھی بیٹی نے اپنے کھلونے سمیٹ لئے اور لکڑی کا بنا ہوا گھوڑا میس پر پڑی ہوئی
کتاب پر سے اٹھا لیا جو میرے شہر کے بارے میں تھی"10

بقول پروفیسر فتح محمد ملک:

"گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی کی کہانی اتنی سی ہے کہ شہر کے بارے میں بات تصویر کتاب
پر ایک ننھی بچی نے کھلونے پھیلا رکھے ہیں اور لکڑی کا گھوڑا کتاب کے مختلف صفحات پر
مصنف کے خیالات کے ورق پلٹنے لگتا ہے۔"11

متروک آدمی کی طرح افسانہ ہرا سمندر کے مرکزی کردار کو فکر کھائے جا رہی ہے کہ پڑوس والوں کے کپڑے بارش میں بھیگ گئے ہیں اور ان کو خبر نہیں ہے سانپ گھر کا فرد شہر کو ترتیب دینا چاہتا ہے کندھے پر کبوتر ایک بچی کی زبانی تیسری دنیا کے بیشتر ممالک کے مسائل کی ترجمانی ہے

افسانہ "سوچ پہ بیٹھی مکھی" فرد کا ذہنی انتشار کا المیہ ہے۔ یہ کہانی موجودہ دور کے فرد کی اس ذہنی کیفیت کی ترجمان ہے جہاں سوچنا خود ایک جال بن چکا ہے، اور ہر خیال ایک نئی الجھن، ایک نئی بے یقینی، اور ایک نئی بے چینی کو جنم دیتا ہے۔ مکھی، در حقیقت، اس "نئی دنیا کے فرد کی سوچ پر بیٹھا وہ باریک، مگر ضدی سوال" ہے جو ہٹتا ہی نہیں۔ پہلے پہل وہ ایک سادہ واقعے سے شروع ہوتا ہے—الماری میں مکھی

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بند ہو گئی — لیکن جلد ہی وہ واقعہ ایک غیر مرئی اضطراب میں بدل جاتا ہے۔ فرد جتنا اسے حل کرنا چاہتا ہے، اتنا ہی وہ الجھتا جاتا ہے۔ یہی وہ داخلی کیفیت ہے جس میں آج کا انسان مبتلا ہے: سوال تو بہت ہیں، مگر جواب نہیں؛ تشویش بہت ہے، مگر کوئی وضاحت نہیں؛ خیال بہت ہے، مگر سکون نہیں۔

"اب کئی دنوں سے میں نے کپڑے نکالنے کے لیے بھی الماری نہیں کھولی اور میں ایک
عجیب قسم کے خوف اور شک میں گرا ہوا ہوں۔" 12

یہ مکھی دراصل سوچ کی گم شدگی ہے انسانی سوچ شور میں دب کر صرف موجودگی کا مظہر ہے۔ یہی وہ وجودی اذیت ہے جو افسانے کا مرکزی کردار سہہ رہا ہے۔ اسے لگتا ہے جیسے وہ خود اپنی خامشی میں گم ہو رہا ہے اور اس کے آس پاس کا سارا شور دراصل اس کی ہی ذات کا منتشر عکس ہے حالانکہ وہ بظاہر خاموش ہے

افسانے کی سب سے گہری تہہ وہ ہے جہاں فرد کو اپنی ذات، اپنے ہونے، اور اپنے خیال کی سچائی پر شک ہونے لگتا ہے۔ مکھی بار بار الماری سے نکلتی ہے، کہیں بیٹھتی ہے، غائب ہو جاتی ہے، پھر ملتی ہے—بالکل اسی طرح جیسے فرد اپنے سوالوں، اپنی الجھنوں، اور اپنے شعور کی گرد میں گم ہوتا جاتا ہے، اور پھر اچانک کسی لمحے کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے، مگر وہ لمحہ بھی اس کی گرفت سے پھسل جاتا ہے۔ آخر کار وہ الماری بند کر دیتا ہے، کئی دنوں سے کھولا نہیں—یعنی سوچنے سے رک گیا ہے، یا کم از کم ایسا ظاہر کر رہا ہے۔ مگر وہ جانتا ہے کہ مکھی اب بھی ہے ، اور یہ ادراک کہ "میں نے شور نہیں کیا، مگر شور ہے, اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ شخص اپنی شناخت کی سرحدوں سے باہر نکل چکا ہے۔ اب وہ ایک ایسا وجود ہے جس میں سوال خود شور بن گئے ہیں، اور شور خود اس کی گمشدگی کا اعلان۔ مظہر الاسلام نے یہاں ایک چھوٹے، سادہ استعارے مکھی کے ذریعے اس عہد کے انسان کا مکمل ذہنی المیہ بیان کیا ہے: وہ جتنا کچھ جاننا چاہتا ہے، اتنا ہی اپنی ذات سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اور جب وہ اپنی ذات سے مکمل طور پر کٹ جاتا ہے، تو پھر شور اس کا نہیں ہوتا لیکن وہ اس شور میں ہی تحلیل ہو جاتا ہے

افسانہ "پرانے گھر کی سیڑھیوں پر گری ہوئی تصویر" مظہر الاسلام کی علامتی اور جذباتی شدت سے بھرپور تخلیق ہے، جو نہ صرف محبت، رشتوں اور یادوں کے بکھرنے کا نوحہ ہے بلکہ "موجودہ دور کے فرد کی جذباتی بے حسی، لاشعوری گمشدگی اور تعلق کی سطحیت" کا ایک حیرت انگیز، خاموش مگر دل دہلا دینے والا بیان بھی ہے۔ کہانی میں گھر محض ایک جگہ نہیں، بلکہ "یادداشت، رشتوں، احساسات اور وقت کی علامتی عمارت" ہے۔ اس گھر میں شادی سے پہلے کی محبت ہے، خطوط ہیں، تصویریں ہیں، بیٹی کی شکل میں بیوی کا عکس ہے، سیڑھیوں پر گری ہوئی پرانی تصویر ہے یہ سب کچھ اس بات کا ثبوت ہے کہ ماضی کی جذباتی پرتیں اب بھی کسی نہ کسی شکل میں باقی ہیں، زندہ ہیں، اور شاید بکھرنے سے ڈر رہی ہیں۔ مرکزی کردار جب گھر چھوڑنے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ "ہر چیز کو احتیاط سے، احترام سے، محبت سے بند کرتا ہے"— جیسے ایک عہد کو سمیٹ رہا ہو۔ وہ تصویروں کو آرام سے اترواتا ہے، خطوط کو سنبھالتا ہے، پرانی باتوں کو یاد کرتا ہے، اور سب کچھ اپنے ساتھ لے جانے کی تیاری کرتا ہے یہ اس انسان کی کہانی ہے جو ماضی کو یاد رکھتا ہے، محبت کو سمیٹتا ہے، جذبات کی شفاف پرتوں کو حفاظت سے چُنتا ہے — مگر اس "انسان" کو جو اُس سب کا مرکز ہے، یعنی اُس کی بیوی، اُسے ساتھ لے جانا بھول جاتا ہے۔ گویا محبت کا تصور باقی ہے، لیکن محبت کا انسان غائب ہے؛ جذبات کا پیکر بچ گیا ہے، لیکن جذبہ مر چکا ہے۔ یہ افسانہ موجودہ دور کے اُس شخص کا المیہ ہے جو رشتے کی چیزوں کو سنبھالنے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پر زور دیتا ہے—تصاویر، خطوط، یادیں، علامتیں—مگر اصل رشتہ، اصل وجود، اصل انسان، اس کے خیال سے بھی باہر نکل جاتا ہے اور یہی وہ شدید علامتی وار ہے جو مظہر الاسلام کا اسلوب خاص بناتا ہے: خاموشی میں چیخ، یاد میں غفلت، اور محبت میں بے خبری سیڑھیوں پر گری ہوئی تصویر اس بیوی کا استعارہ ہے جسے "نیچے" چھوڑ دیا گیا، جو "نظر انداز" ہو گئی، اور جو شاید ہمیشہ وہیں رہ جائے گی جیسے یادوں کے در و دیوار پر کوئی عکس جو کبھی مکمل نا ہو

مظہر الاسلام کا افسانوی مجموعہ "گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی" ایک نسل اور فرد کی گمشدگی کا مسلسل نوحہ ہے، ان کہانیوں میں فرد اپنی گمشدگی کو "خود" محسوس کرتا ہے، جیسے وہ اپنی پہچان کے آخری سرے پر کھڑے ہو، اور وہ سرا بھی رفتہ رفتہ دھند میں تحلیل ہوتا جا رہا ہو۔ ان کے ہاں گمشدگی صرف جسمانی وجود کی غیر موجودگی نہیں بلکہ ذہنی، جذباتی اور فکری اجنبی پن ہے، جو ہر سمت سے فرد کو دباتا ہے۔ افسانہ "گمشدہ نسل کا پورٹریٹ" میں فرد اور تاریخ، دونوں اپنی جڑوں سے کٹے ہوئے نظر آتے ہیں—کتابیں، تصاویر، بزرگ، سب کچھ ہے مگر ان کے بیچ سے "میں" غائب ہے۔

افسانہ "اناللہ وانا الیہ راجعون" مظہر الاسلام کے اس بیانی کینوس کا حصہ ہے جو فرد کی داخلی گمشدگی، ابلاغ کے انہدام، اور وجودی زوال کی علامتوں سے لبریز ہے۔ یہ کہانی ایک ایسے فرد کا المیہ بیان کرتی ہے جس کی آواز کھو چکی ہے لیکن صرف آواز نہیں، بلکہ اظہار، شناخت، اور "کہنے کی" تمام صلاحیتیں بھی اس کے ساتھ دفن ہو چکی ہیں۔

آواز کی گم شدگی اس پوری تہذیب اور سماج کا کی گم شدگی ہے لفظ اپنی معنویت کھو بیٹھے ہیں "ہونٹ محض ماضی کے زیر اثر بے جان علامتیں بن چکے ہیں اور اظہار کی سب راہیں بند ہو چکی ہیں

"میری زبان ہونٹوں کی لگام کھینچتی ہے ہونٹ اترے گھوڑوں کی مانند پچھلی ٹانگوں پر
کھڑے ہو کر ہنہناتے ہیں مگر آواز نہیں آتی"13

کہانی میں معاشرتی ربط، روحانی یقین، جذباتی تاثر سب کچھ گم شدہ ہے۔ اس کی شخصیت کا مرکز بکھر چکا ہے، وہ اپنی ہی داخلی گونج میں گم ہو چکا ہے۔

مظہر الاسلام کا افسانوی مجموعہ "گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی کے افسانوں میں فرد کسی بیرونی حادثے کا شکار نہیں بلکہ داخلی انحطاط، نفسیاتی بوجھ، میں دبا ہوا ہے۔ "متروک آدمی" میں ویگن کے پیچھے لٹکتی گٹھری سے شروع اضطراب ہو یا "ریت کنارہ" میں چھوٹے سے ریت کے ڈھیر سے نہ گزر سکنے کی ہچکچاہٹ سب جدید انسان کی تہذیبی تنہائی، جذباتی بیگانگی اور سماجی عدم شناخت کی علامت ہیں۔ مصنف نے زندگی کو کسی سیدھی لکیر کے بجائے اس کے اصل رنگ یعنی ٹوٹے ہوئے رنگوں کے بکھرے کینوس کی طرح دکھایا ہے

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مظہر الاسلام کا بیانیہ صرف فرد کی نفسیاتی الجھن کا اظہار نہیں، بلکہ اردو افسانے میں ایک نئے انسانی بحران کا فکری بیان ہے۔ یہ بحران صرف ذاتی یا داخلی نہیں، بلکہ تہذیبی، تمدنی اور فکری سطح پر موجود ہے، جس کا اظہار مصنف نے علامت، تجرید اور وجودی تجربے کے ذریعے ممکن بنایا ہے۔

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حوالاجات

1: پروفیسر فتح ملک، مظہر الاسلام کی افسانہ نگاری، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2006، صفحہ 273,

2: مظہر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2006، ص 13

3: ایضا، متروک آدمی، ص 22

4: ایضا، ریت کنارہ ص 66

5: ایضا، ریت کنارہ 34

6: ایضا سانپ گھر، ص 39

7: ایضا، مٹھی بھر انتظار ص 80

8: ایضا، مردے کی بو ص 87

9: ایضا مردے کی بو ص 89

10؛ ایضا، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا ادمی، ص 139

11: پروفیسر فتح ملک، مظہر الاسلام کی افسانہ نگاری، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2006، صفحہ 273,

12: مظہر الاسلام، سوچ پہ بیٹھی ہوئی مکھی، مشمولہ، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2006، ص 180

13: ایضا، افسانہ اناللہ وانا الیہ راجعون